نکاحِ دورِ جاہلیت: شریعت کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ

NIKAH IN THE PRE-ISLAMIC ERA: A CRITICLE REVIEW IN LIGHT OF SHARIA'H

استراج خان *

DOI: 10.6084/m9.figshare.4519028
Link: https://dx.doi.org/10.6084/m9.figshare.4519028.v1

ABSTRACT:

Sexual satisfaction is a natural need and Islam has set up the concept of Nikah to legally address this need. As Islam is a complete way of life, it has also provided guidelines that enable us to live a pure and purposeful life. On contrary, what was prevalent in the pre-Islamic Arabia in terms of sexual relationship was far and beyond marriage. It contained elements of those things which Islam has made lawful and also elements of those practices which Islam demolished. Their definition and practices related to nikah were also quite diverse and often included matters unacceptable in a just society.This article presents an overview of various forms of nikah from those times including marriage with Muharramat (those relatives who are not valid to marry under Islamic law such as stepbrother, stepmother, and stepfather), Nikah e Mut'aa (marriage for a fixed time, may be hour, day or month), Nikah e Shigar (someone to marry his sister with other in exchange for his sister to be married with him without giving them dower), Nikah e Istibz'ag (someone to send his wife to a well known person of a town, city and tribe to have sex with him and to give birth to a child from him), Nikah e raht (to have sex with more than one person and to give birth to a child from them), Nikah e Raya't (those women who had flags on their homes as a symbol of obscenity), and Nikah e Khadan (to have sex with someone secretly). All these methods were legal and valid in the society of Jahilliyyah as it lacked the real essence of marriage and the purity it brings to the companionship and relationship between the partners.

KEYWORDS*:* Nikah, Pre-Islam, Marriage, Nikah E Mut'aa, Nikah E Shigar

کلیدی الفاظ: نکاح، قبل از سلام، شادی، نکاح متعہ، نکاح شغار

* ایم فل سکالر، شعبہ اسلامیات، جامعہ عبدالولی خان، مردان　برقی پتا: istirajkhan104@gmail.com

تعارف:

دنیامیں تناسل وتوارث کا سلسلہ بر قرار رکھنے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں جنسی خواہش ڈال دی ہے جو ایک طرف آپس میں محبت کا باعث ہے تو دوسری طرف دنیامیں انسان کی بقاء کا ذریعہ ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ جنسی خواہش کی تسکین انسان کی فطری ضروریات میں سے ایک اہم ضرورت بن گئی لیکن اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو کچھ پابندیوں اور قیودات کے ساتھ مشروط کر دیا تاکہ اس کا اصل مقصد جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہے بہیمیت کے سیلاب میں بہہ نہ جائے۔

شریعت کا مطمع نظر ایک ایسے معاشرے کا قیام ہے جس میں ماں، باپ، بیٹے اور بیٹی وغیرہ کے رشتے قائم ہو کر عزت واحترام کے ساتھ ایک دوسرے سے محبت وآشتی کی زندگی بسر کریں اور معاشرے کا ہر فرد ان رشتوں کے بندھن میں جڑ کر ایک دوسرے کے کام آسکے، لہذا شریعت نے جنسی تعلقات کو استوار رکھنے کی اجازت تو دیدی لیکن اسے نکاح کے ساتھ محدود کر دیا تاکہ انسان کی فطری خواہش کی تسکین کے ساتھ ساتھ توالد وتناسل کا سلسلہ قائم رہ کر مذکورہ بالا معاشرہ بھی وجود میں آسکے۔ اسی صورتِ حال کے پیش نظر ہر وہ صورت جس میں مذکورہ مقاصد فوت ہوتے نظر آئیں وہاں شریعت نے پابندی لگادی۔

چونکہ دورِ جاہلیت شریعت کی روشن تعلیمات سے دور ایک ایسا معاشرہ تھا جس میں لوگ اپنے نفس اور خواہش کی راہ پر چل رہے تھے اس وجہ اس سے میں جنسی تسکین کے کئی ایسے طریقے رائج تھے جو ان کے ہاں نکاح کی فہرست میں شامل تھے لیکن در حقیقت وہ نکاح کی معنویت سے خالی تھے۔ سیدنا محمد ﷺ نے مبعوث ہو کر ان تمام طریقوں سے منع فرمایا جن میں نکاح کی حقیقت معدوم تھی اور چند ایک میں جزوی اصلاحات فرما کر ان کو بر قرار رکھا۔ اس مقالہ میں نکاحِ دورِ جاہلیت کی تحقیق شریعت کی روشنی میں پیش کی جارہی ہے تاکہ اس سے عصر حاضر اور آئندہ آنے والے معاشروں کے لیے رہنمائی حاصل کی جاسکے۔

دورِ جاہلیت میں نکاح کا ایک تصور وہی تھا جو اسلام میں پایا جاتا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے ان کے اس تصور کو اسلام میں بھی نکاح کی حیثیت دیدی کیونکہ اس میں نکاح کے لوازمات تمام کے تمام موجود تھے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں انہوں نے نکاحِ دورِ جاہلیت کے چار اقسام پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ پہلی قسم کے بارے میں فرماتی ہیں: زمانہ جاہلیت میں نکاح چار طرح ہوتے تھے۔ ایک صورت تو یہی تھی جیسے آج کل لوگ کرتے ہیں، ایک شخص دوسرے شخص کے پاس اس کی زیرِ پرورش لڑکی یا اس کی بیٹی کے نکاح کا پیغام بھیجتا اور اس کا مہر دے کر اس سے نکاح کرتا......... جب محمد ﷺ حق کے ساتھ مبعوث ہوئے تو آپ ﷺ

نے جاہلیت کے تمام نکاح کو باطل قرار دیا۔ صرف اس نکاح کو باقی رکھا جس کے مطابق آج کل لوگوں کا عمل ہے [۱]۔"

چونکہ اہلِ جاہلیت کے ہاں نکاح کا پیغام بھیجنا اور مہر نکاح کے لازمی اجزاء تھے لہٰذا ذیل میں ان پر مع تعدد ازواج و محرمات مختصر سی روشنی ڈالی جاتی ہے:

خِطبہ (نکاح کا پیغام بھیجنا):

دورِ جاہلیت میں نکاح کرنے سے پہلے نکاح کا پیغام بھیجا جاتا تھا، چنانچہ علامہ زبیدیؒ فرماتے ہیں: اہلِ جاہلیت میں جب کوئی مرد کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجتا تو کہتا: اَنکحینی لیکن جب زنا کا ارادہ رکھتا تو کہتا: سافِحینی [۲]۔ سفح کے لغوی معنی پانی پھینکنے کے آتے ہیں۔ پہاڑ کے اس جانب پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جس سے پانی بہتا ہو۔ مسافحہ اور سفاح کا مفہوم یہ ہے کہ عورت کسی مرد کے ساتھ نکاحِ صحیح کے بغیر گناہ میں مبتلا ہو کر ٹھہری رہے۔ زنا کو "سفاح" اس لیے کہا گیا کہ یہ تعلق بغیرِ عقد (نکاح) کے ہوتا ہے گویا کہ اس کی مثال اس انڈیلے ہوئے پانی کی ہے جسے کوئی روکنے والی چیز نہ ہو۔ اسی طرح فرمایا ہے کہ اس (زنا) میں پانی نکل کر ضائع جاتا ہے (اس وجہ سے اسے مسافحہ کہا گیا) [۳]۔

نکاح سے پہلے پیغام بھیجنے کی مثال بعثت سے پہلے نبی کریم ﷺ اور ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں ملتی ہے جس کے متعلق ابن ہشامؒ فرماتے ہیں کہ جب ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نے سیدنا محمد ﷺ سے نکاح کی رغبت ظاہر کی تو آپ ﷺ نے یہ بات اپنے چچاؤں سے عرض کی تو سیدنا حمزہ بن عبد المطلب نے ساتھ چل کر خویلد بن اسد کو نکاح کا پیغام پیش کیا اور انہوں نے ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ کے نکاح میں دیدیا [۴]۔

مہر:

دورِ جاہلیت میں نکاح کے وقت عورتوں کے لیے مہر مقرر کیے جانے کا رواج تھا۔ شریعتِ اسلامیہ نے بھی مہر کو نکاح کا لازمی جزء قرار دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحۡلَةً ؕ فَاِنۡ طِبۡنَ لَـكُمۡ عَنۡ شَىۡءٍ مِّنۡهُ نَفۡسًا فَكُلُوۡهُ هَنِيۡٓـئًـا مَّرِیۡٓـئًـا ۝ [۵] "اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دیا کرو، ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اسے مزے سے کھالو

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ آدمی پر مہر کا دینا لازمی طور پر واجب ہے اور یہ بھی واجب ہے کہ اسے دل کی خوشی سے دیدے۔ اسی طرح اس آیت کے تحت نقل کرتے ہیں کہ (جاہلیت میں) آدمی اپنی بیٹی کا بیاہ

کرادیتا تو اس کے مہر پر خود قبضہ کرلیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس عمل سے روک دیا اور یہی آیت نازل فرمادی[۶]۔

تعددِ ازواج:

دورِ جاہلیت میں تعددِ ازواج کے متعلق کوئی حد یا پابندی نہیں تھی بلکہ آدمی جتنی عورتوں کے ساتھ چاہتا نکاح کر سکتا تھا۔ شریعتِ اسلامیہ نے تعددِ ازواج چار عورتوں تک محدود رکھا اور بیک وقت اس سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں رکھنے کی اجازت نہیں دی، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝[۷] "جو عورتیں تم کو پسند ہو دو دو، تین تین یا چار چار ان سے نکاح کرلو اور اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ کئی عورتوں سے انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی عورت سے نکاح کرو یا باندی سے تعلق رکھو جس کے تم مالک ہو، اس طرح تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے"

ابن جریرؒ اس آیت کے تحت نقل کرتے ہیں کہ آدمی چار، پانچ، چھ حتی کہ دس عورتوں کے ساتھ نکاح کرتا تھا۔ دوسرا آدمی (اسے دیکھ کر) کہتا: مجھ میں کیا کمی ہے کہ فلاں کی طرح کئی نکاح کرلوں اور اپنے یتیم کا مال لے کر نکاح کرتا تھا، پس انہیں (بیک وقت) چار عورتوں سے زیادہ نکاح کرنے سے منع کیا گیا[۸]۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابن عباسؓ اور جمہور علماء کا قول ہے کہ (بیک وقت) چار سے زیادہ نکاح جائز نہیں ہیں۔

اسی طرح امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی واضح سنت بتارہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ چار سے زیادہ عورتوں کو (نکاح میں) جمع کردے[۹]۔

محرمات:

اسلام میں جن رشتوں سے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے، ان رشتوں کا آپس میں نکاح دورِ جاہلیت میں بھی حرام تھا البتہ شریعت نے نکاح کے معاملے میں تین رشتوں میں جاہلیت سے اختلاف کیا جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

- دورِ جاہلیت میں باپ کی منکوحہ سے نکاح جائز تھا لیکن اسلام نے باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا حرام ٹھہرادیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَاۗؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝[۱۰]

"اور جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا ہو ان سے نکاح نہ کرنا مگر جاہلیت میں جو ہو چکا سو ہو چکا یہ

نہایت بے حیائی اور اللہ کی ناخوشی کی بات تھی اور بہت برا دستور تھا"

- دورِ جاہلیت میں دو بہنوں کو اکٹھا کرنا مروج تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دو بہنوں کو اکٹھا کرنے سے ان الفاظ میں ممانعت فرمادی: وَ اَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَیۡنَ الۡاُخۡتَیۡنِ "" "اور دو بہنوں کا اکٹھا کرنا بھی حرام ہے مگر جو ہو چکا سو ہو چکا"

دورِ جاہلیت میں ان دونوں کے وجود کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِلا مَا قَدْ سَلَفَ " "مگر جو ہو چکا سو ہو چکا"، جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس حکم سے پہلے نکاح کی یہ شکل موجود تھی لیکن جس آدمی نے جاہلیت میں یا اس حرمت کے اعلان سے پہلے ایسا نکاح کیا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابلِ گرفت نہیں ہے۔

اس کی دوسری دلیل سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے، چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں:

كان أهلُ الجاہليّة يحرّمون ما يحرَّم إلا امرأةَ الأبِ والجمعَ بين الأُختَينِ، قال: فأنزل الله عزوجل: "وَلَا تَنكِحُوا مَانَكَحَ آبَاؤُكُمْ اِلَّا مَاقد سَلَفَ"، "وَأَن تَجْمَعُوا بَينَ الأُختَينِ"[۱۲]"

"اہل جاہلیت کے ہاں وہ رشتے حرام تھے جو (اہل اسلام کے ہاں) حرام ہیں مگر باپ کی منکوحہ اور دو بہنوں کو اکٹھا کرنا ان کے ہاں جائز تھا۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (ان کی حرمت کے متعلق) نازل فرمادیا: اور جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا ہو ان سے نکاح نہ کرنا مگر جاہلیت میں جو ہو چکا سو ہو چکا" اور " دو بہنوں کو اکٹھا کرنا حرام ہے"۔

- تیسرا اختلاف یہ ہے کہ جاہلیت میں متبنیٰ کو حقیقی بیٹے کی حیثیت حاصل تھی، چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: محارم کے ساتھ تنہائی اور اس جیسے معاملات میں اہلِ جاہلیت ان کے ساتھ اپنے بیٹوں جیسا معاملہ کیا کرتے تھے[۱۳]۔ اس کا نتیجہ تھا کہ اہلِ جاہلیت حقیقی بیٹے کی منکوحہ کی طرح متبنیٰ کی منکوحہ سے نکاح حرام سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: وَ مَا جَعَلَ اَدۡعِیَآءَکُمۡ اَبۡنَآءَکُمۡ ؕ ذٰلِکُمۡ قَوۡلُکُمۡ بِاَفۡوَاہِکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ یَقُوۡلُ الۡحَقَّ وَ ہُوَ یَہۡدِی السَّبِیۡلَ ۝[۱۴]"

"اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔ اور اللہ تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا رستہ دکھاتا ہے"

اس پختہ رسم کے اثرات کو دل ودماغ سے مٹانے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کا نکاح اپنی چچازاد بہن سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کرادیا جو کہ آپ ﷺ کے متبنیٰ و محبوب سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں: فَلَمَّا قَضٰی زَیۡدٌ مِّنۡہَا وَطَرًا زَوَّجۡنٰکَہَا لِکَیۡ لَا یَکُوۡنَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ حَرَجٌ فِیۡۤ اَزۡوَاجِ اَدۡعِیَآئِہِمۡ اِذَا قَضَوۡا مِنۡہُنَّ وَطَرًا ؕ وَ

كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۞[15]"

"پھر جب زید نے اس سے تعلق ختم کر لیا یعنی اس کو طلاق دیدی تو ہم نے اسے تمہاری زوجیت میں دیدیا تاکہ مؤمنوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے کے بارے میں جب وہ بیٹے ان سے اپنا تعلق ختم کر لیں یعنی طلاق دیدیں کچھ تنگی نہ رہے اور اللہ کا حکم واقع ہو کر رہنے والا تھا۔"

دورِ جاہلیت کے نکاح کی اقسام:

نکاح مقت: ابن عطیہؒ فرماتے ہیں: مقت اس بغض و نفرت کو کہتے ہیں جو کسی گناہ، شک یا ذلیل کام کرنے کی وجہ سے مبغوض سے رکھی جائے[16]۔

ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں: مقت کے لغوی معنی شدید نفرت اور غصہ کے ہیں۔ نکاحِ مقت سے مراد یہ ہے کہ باپ کے طلاق دینے یا مرنے کی صورت میں بیٹا اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرلے۔ ایسے آدمی کو "ضیزن" کہا جاتا ہے۔ یہ جاہلیت کا عمل تھا لیکن اسلام نے اسے حرام ٹھہرادیا[17]۔ ایسی نکاح کی صورت میں پیدا ہونے والے بچے کو "مقتیّ" اور "مَقِیت" یعنی مبغوض اور ذلیل کہا جاتا تھا[18]۔

امام ابن جریر طبریؒ نقل کرتے ہیں کہ جب کوئی آدمی مر جاتا اور منکوحہ کا بیٹا نہ ہوتا تو اس آدمی کا بڑا بیٹا اگر چاہتا تو اس کی منکوحہ سے خود نکاح کرتا یا اپنے بھائی اور بھتیجے میں سے جس سے چاہتا اس کا نکاح کرادیتا[19]۔

حدیث میں آیا ہے: لم يُصِبْنَا عيبٌ من عيوبِ الجاهلية في نِكَاحها ومَقْتِها[20]" یعنی جاہلیت کے نکاح (کے طریقوں) اور مقت سے ہمیں ان کے عیوب میں سے کوئی عیب نہیں پہنچا ہے۔

علامہ زبیدیؒ نقل کرتے ہیں کہ باپ کی منکوحہ سے نکاح اہلِ جاہلیت کے نزدیک مذموم اور مبغوض تھا[21]،

نکاحِ مقت کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اس نکاح سے سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ۭ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۞[22]

"اور جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا ہو ان سے نکاح نہ کرنا مگر جاہلیت میں جو ہو چکا سو ہو چکا یہ نہایت بے حیائی اور اللہ کی ناخوشی کی بات تھی اور بہت برا دستور تھا۔"

سیدنا براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ماموں ابوبردہ بن نیار میرے پاس سے گزرے جب کہ اس کے ہاتھ میں جھنڈا تھا، میں نے پوچھا: کہاں جارہے ہو؟، انہوں نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی کا سر لانے کے لیے بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کیا ہے[23]۔

امام ابن جریر طبریؒ نے "مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ"[24] "اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس نہ پھٹکنا" سے بھی اس نکاح کے بطلان پر استدلال کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ فواحش ظاہرہ سے مراد دو بہنوں کو اکٹھا کرنا اور اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا ہے جب کہ فواحش باطنہ سے مراد زنا ہے[25]۔

نکاح متعہ: متعہ کے لغوی معانی کسی چیز کے بلند ہونے، طویل ہونے، آخری حد تک پہنچنے، اچھی خصلتوں میں کمال تک پہنچنے اور کسی چیز سے فائدہ اٹھانے کے آتے ہیں۔ نکاح متعہ کے بارے میں علامہ زبیدیؒ فرماتے ہیں کہ متعہ کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کر کے مخصوص دنوں تک اس سے فائدہ اٹھائے اور پھر اسے چھوڑ دے۔ (جاہلیت میں) صورتِ حال یہ تھی کہ آدمی کسی عورت سے خاص وقت تک کسی چیز کی شرط لگاتا۔ پھر اسے وہ چیز دے کر اس سے فائدہ اٹھاتا اور پھر بغیر نکاح وطلاق کے اسے چھوڑ دیتا[26]۔

موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں لکھا ہے کہ نکاح متعہ یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی عورت سے کہے کہ میں تجھے اس شرط پر فلاں چیز دوں گا کہ میں تجھ سے ایک دن، ایک مہینہ یا ایک سال تک فائدہ اٹھاؤں گا۔ چاہے فائدہ اٹھانے کے لیے معین اور معلوم مدت مقرر کر دے جیسا کہ مذکورہ بالا مثالوں میں یا اس کے لیے غیر معین وقت مقرر کر دے جیسا کہ کہے کہ میں حج کے دنوں تک یا جب تک میں اس شہر میں ٹھہرا رہوں یا زید کے آنے تک تجھ سے فائدہ اٹھاؤں گا، پس جب معین وقت گزر جائے تو بغیر کسی طلاق کے جدائی واقع ہو جاتی ہے[27]۔

متعہ کا حکم: جمہور فقہاء حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نکاحِ متعہ کی حرمت اور بطلان کے قائل ہیں[28]، البتہ شیعہ متعہ کے جواز کے قائل ہیں[29]۔ شیعہ حضرات متعہ کے جواز کے بارے میں قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً[30] "تو جن عورتوں سے تم لطف اندوز ہوئے ان کا مہر جو مقرر کیا ہوا ہو ادا کر دو۔"

شیعہ مفسرین کہتے ہیں کہ آیت میں "استمتاع" سے بلاشبہ نکاحِ متعہ مراد ہے۔ یہ آیت مدنی ہے اور سورۃ النساء میں موجود ہے اور سورۃ النساء ہجرت النبی ﷺ کے بعد نصفِ اول میں نازل شدہ ہے جیسا کہ اس کی آیات کے مطالعے سے ثابت ہے۔ کچھ صحابہ و تابعین سے بھی یہی منقول ہے اور مذہب اہلِ بیت یہی ہے۔ ان کے مطابق امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: المتعۃُ نزلَ بها القرآنُ وجرَت بها السنّۃُ مِن رسولِ اللہ ﷺ[31]۔

علمائے اہلِ سنت کی تصریحات کے مطابق محولہ بالا آیت میں زیرِ بحث مسئلے کا سرے سے ذکر ہی نہیں ہے، کیونکہ اس میں نکاح کے ذکر کے بعد استمتاع کا لفظ استعمال ہوا جس کے معنی نکاح قرار پا جانے کے بعد جنسی تعلقات کا

استوار ہونا یا فائدہ اٹھانا ہے اور اس جگہ مذکورہ نوعیت کے تعلقات قائم ہو جانے کے بعد مہر کی پوری ادائیگی کا حکم دینا مقصود ہے (گویا علمائے اہلِ سنت کے بقول یہاں یہ لفظ خاص لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے)۔ سیدنا ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اس آیت میں استمتاع سے مراد نکاح ہے[۳۲]۔

شیعہ حضرات کچھ احادیث سے بھی استدلال کرتے ہیں چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ سے متعہ کا جواز منقول ہے[۳۳]۔

سیدنا عبد اللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوتے اور ہمارے ساتھ بیویاں نہیں ہوتیں لہذا ہم نے خصی ہونے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے ہمیں اس سے منع کیا۔ پھر ہمیں رخصت دیدی کہ ہم خاص وقت تک کپڑا و پوشاک کے بدلے کسی عورت سے نکاح کرلیں۔ پھر عبد اللہؓ نے یہ آیت پڑھی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلاَ تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ[۳۴]

جمہور ائمہ فرماتے ہیں کہ متعہ کی رخصت مخصوص وقت کے لیے دی گئی تھی لیکن بعد میں اسے حرام قرار دیا گیا، چنانچہ صحیح مسلم میں سیدنا ربیع بن سبرہ جہنی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے والد نے مجھے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے فائدہ اٹھانے (متعہ) کی اجازت دی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے قیامت تک اسے حرام کر دیا، لہذا جس کے پاس کوئی اس قسم کی عورت ہو تو اسے چھوڑ دے اور جو تم نے (متعہ کے بدلے) انہیں دیا ہے اسے واپس مت لو[۳۵]"

اسی طرح آپؓ سے روایت ہے کہ میرے والد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فتح مکہ کی جنگ میں شریک ہوئے۔ ان کے والد فرماتے ہیں کہ ہم وہاں پندرہ دن ٹھہرے رہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عورتوں سے متعہ کرنے کی رخصت دیدی........ لیکن میں ابھی مکہ سے نکلا نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام ٹھہرا دیا[۳۶]۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ سے منع فرمایا ہے[۳۷]۔

خود سیدنا ابن عباسؓ سے متعہ کے جواز سے رجوع ثابت ہے، چنانچہ سیدنا ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ متعہ کے بارے میں تمہارے فتوی نے اتنی شہرت اختیار کرلی کہ اس میں شعر کہے جانے لگے تو سیدنا ابن عباسؓ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ متعہ مردار جانور، خون اور خنزیر کے گوشت کی طرح حرام ہے[۳۸]۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابن عباسؓ سے متعہ کی رخصت منقول ہے لیکن بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کی تھی[۳۹]۔

اسی طرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ متعہ ابتدائے اسلام میں جائز تھا۔ صورت حال یہ تھی کہ آدمی کسی ایسے میں شہر چلا جاتا جہاں اس کی کوئی جان پہچان نہ ہوتی تو کسی عورت کو اپنی اقامت تک بیوی بنالیتا جو اس کے

سامان کی حفاظت کرتی اور اس کی حالت سنبھالتی، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: إِلاَّ عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ"۔ سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کے علاوہ ہر عورت حرام ہے[۴۰]۔

اسی طرح سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ طلاق، عدت اور میراث کی وجہ سے متعہ منسوخ ہے[۴۱]۔

امام بخاریؒ کی رائے بھی یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آخری زمانے میں متعہ سے منع فرمادیا تھا[۴۲]۔

کمال ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ متعہ کی نسخ اجماع صحابہؓ سے ثابت ہے[۴۳]۔

نکاحِ شغار: شغار لفظ شغر سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی اٹھانے، دوری، فراخی اور کسی خطہ کے لوگوں سے خالی ہونے کے آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: شغر الکلبُ "جب کتا پیشاب کرتے وقت اپنا پاؤں اونچا کر دے"[۴۴]۔

ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں کہ نکاحِ شغار جاہلیت کا ایک مشہور نکاح تھا جس میں ایک آدمی دوسرے سے کہتا: شاغِرنی یعنی مجھے اپنی بہن، بیٹی یا جو بھی اس کی پرورش کے تحت تھی، نکاح میں دیدے جس کے بدلے میں اپنی بہن، بیٹی یا جو بھی اس کی پرورش میں تھی، کا نکاح تمہارے ساتھ کرادوں گا۔ اس میں مہر نہیں ہوتا تھا بلکہ ہر لڑکی کی بضع (جماع) دوسری لڑکی کی بضع کا (بطورِ مہر) بدل بن جاتا تھا۔ چونکہ اس نکاح میں مہر اٹھادیا جاتا ہے (اور نکاح مہر خالی سے رہ جاتا) اس وجہ سے اسے شغار کہا گیا[۴۵]۔

اس نکاح سے احادیث میں منع آیا ہے چنانچہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شغار سے منع فرمایا اور شغار یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرادے کہ وہ اس کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کرادے گا اور دونوں کے لیے مہر مقرر نہ کیا گیا ہو[۴۶]۔

نکاحِ شغار کے وجود کے لیے ایک لڑکی کی بضع کا دوسرے کی بضع کے لیے بدل بن جانے کی قید ضروری ہے، لہذا اگر دو افراد نے اپنی بیٹیوں کا نکاح ایک دوسرے کے ساتھ کرادیا اور اس میں مذکورہ قید ذکر نہیں کی یا ایک نے ذکر کردی لیکن دوسرے نے بضع کو مہر نہیں بنایا تو اس صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا (لیکن چونکہ مذکورہ صورتوں میں مہر کا ذکر نہیں کیا گیا ہے لہذا) مہر مثل واجب ہو گا[۴۷]

نکاحِ استبضاع: ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں کہ استبضاع نکاحِ جاہلیت کی ایک قسم ہے۔ استبضاع بوزن استفعال بضع سے ماخوذ ہے جس کے معنی جماع کے آتے ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ عورت کسی مرد سے ہم بستری کی طلب کرے تاکہ اس سے بچہ جنے۔ جاہلیت میں کوئی مرد اپنی باندی یا بیوی سے کہتا: فلاں کے پاس چلی جاؤ اور اس سے ہم بستری کرلو۔ اس دوران یہ مرد اپنی بیوی سے کنارہ کش ہو کر اسے نہیں چھوتا یہاں تک کہ اس دوسرے مرد سے حمل ٹھہر جاتا۔ یہ صرف بچے کی شریف النسب ہونے کی رغبت میں کیا جاتا تھا[۴۸]۔

اس نکاح کی یہی تفصیل ہمیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں بھی ملتی ہے، چنانچہ فرماتی ہے: دوسرا نکاح یہ تھا کہ کوئی شوہر اپنی بیوی سے جب وہ حیض سے پاک ہو جاتی تو کہتا کہ فلاں شخص کے پاس (جو اشراف میں ہوتا) چلی جاؤ اور اس سے صحبت رکھو۔ اس مدت میں شوہر اس سے جدا رہتا اور اسے چھوتا بھی نہیں۔ پھر جب دوسرے مرد سے اس کا حمل ظاہر ہو جاتا جس سے وہ عام طور پر صحبت کرتی رہتی تو حمل کے ظاہر ہونے کے بعد اس کا شوہر اگر چاہتا تو اس سے صحبت کرتا، ایسا اس لیے کرتے تھے تاکہ ان کا لڑکا اچھی نسل سے پیدا ہو۔ یہ نکاح "نکاحِ استبضاع" کہلاتا تھا[۴۹]۔

شرافتِ نسب کی تفسیر میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اہلِ جاہلیت استبضاع کی طلب اپنے سردار ورؤساء سے ان کی شجاعت اور سخاوت وغیرہ حاصل کرنے کی خاطر کرتے تھے[۵۰]۔

نکاحِ رہط: ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں کہ رہط کسی آدمی کے خاندان اور اہل کو بولا جاتا ہے۔ اسی طرح رہط کا اطلاق دس سے کم افراد کی ٹولی پر بھی ہوتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ چالیس تک جماعت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے بشرطیکہ اس میں عورت نہ ہو۔ اس لفظ کا واحد مستعمل نہیں ہے اور اس کی جمع "ارہاط" اور "اراہط" آتی ہے[۵۱]۔

نکاحِ رہط کی تفصیل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، فرماتی ہیں: نکاح کی ایک قسم یہ تھی کہ چند افراد جن کی تعداد دس سے کم ہوتی کسی ایک عورت کے پاس آنا جانا رکھتے اور اس سے صحبت رکھتے پھر جب وہ عورت حاملہ ہوتی اور بچہ جنتی تو وضعِ حمل پر چند دن گزرنے کے بعد اپنے تمام آشناؤں کو بلاتی، اس موقعہ پر ان میں سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا تھا۔ سب اس کے پاس جمع ہو جاتے اور وہ ان سے کہتی کہ جو تمہارا معاملہ تھا وہ تمہیں معلوم ہے اور اب میں نے بچہ جنا ہے۔ اے فلاں! یہ بچہ تمہارا ہے۔ وہ جس کا چاہتی نام لے دیتی اور اس کا لڑکا اسی کا سمجھا جاتا اور وہ شخص اس سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا تھا[۵۲]۔

حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ چونکہ اس نکاح میں ایک سے زائد افراد جمع ہوتے لہذا ان کی زائد تعداد کا تعین ضروری تھا تاکہ معاملہ منتشر نہ ہو جائے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ نکاح ان کے آپس کی رضا اور اتفاق سے ہوتا۔ اسی طرح ظاہر ہے کہ عورت صرف لڑکا پیدا ہونے کی صورت میں انہیں بلاتی کیونکہ لڑکی کی ناپسندیدگی ان کے ہاں معروف و مشہور تھی۔ ان میں سے کئی اپنی صلبی بیٹی کو قتل کرتے تو ایسی صورت میں لڑکی کیسے برداشت کرتے[۵۳]۔

نکاحِ رایات: رایات رایۃ کی جمع ہے جس کے معنی جھنڈے کے ہے[۵۴]۔ جاہلیت میں کسبی زناکار عورتیں اپنے گھروں پر خاص قسم کے جھنڈے اور علامتیں لگاتی تھیں تاکہ رہ گزر ان کے ارادہ زنا کو جانچ سکے، پس جس کا ارادہ ہوتا وہ گھر

میں داخل ہو جاتا۔ ان کی طرف سے آنے والوں کے لیے کوئی ممانعت نہیں تھی۔

اس نکاح کا پورا خاکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے: چوتھا نکاح یہ تھا کہ بہت سے لوگ کسی عورت کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ عورت اپنے پاس کسی بھی آنے والے کو روکتی نہیں تھی۔ یہ کسبیاں ہوتی تھیں۔ اس طرح کی عورتیں اپنے دروازوں پر جھنڈے لگائے رہتی تھی جو نشانی سمجھے جاتے تھے، جو بھی چاہتا ان کے پاس جاتا۔ اس طرح کی عورتیں جب حاملہ ہوتی اور بچہ جنتی تو اس کے پاس آنے جانے والے جمع ہو جاتے اور کسی قیافہ شناس کو بلاتے اور بچے کا ناک نقشہ جس سے ملتا جلتا ہو تا اس عورت کے لڑکے کو اسی کے ساتھ منسوب کر دیتے اور وہ بچہ اسی کا ہو جاتا اور اس کا بیٹا کہا جاتا۔ اس سے کوئی انکار نہیں کرتا تھا[۵۵]۔

نکاحِ رایات، استبضاع اور رہط کا حکم: نکاح رایات کے بطلان پر مفسرین کرام نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے: وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ[۵۶] "اور ظاہری اور پوشیدہ ہر طرح کا گناہ ترک کر دو"[۵۷]

ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں کہ ظَاهِرَ الْأِثْمِ سے مراد جھنڈے لگانے والی زناکار عورتیں اور باطن سے خفیہ آشناؤں والی عورتیں مراد ہیں[۵۸]۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ ظَاهِرَ الْأِثْمِ کا ایک مفہوم جاہلیت میں ظاہری طور پر ہونے والا زنا ہے[۵۹]۔

نیز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے مذکورہ بالا سہ اقسامِ نکاح: نکاحِ استبضاع، نکاحِ رہط اور نکاحِ رایات کی حرمت ثابت ہوتی ہے، چنانچہ فرماتی ہیں: جب محمد ﷺ حق کے ساتھ مبعوث ہوئے تو آپ ﷺ نے جاہلیت کے تمام نکاح کو باطل قرار دیا۔ صرف اس نکاح کو باقی رکھا جس کے مطابق آج کل لوگوں کا عمل ہے[۶۰]۔

نکاحِ خدن: خدن کے لغوی معنی دوست کے ہیں۔ اکثر اس کا اطلاق اس دوست پر ہوتا ہے جس سے جنسی خواہش پوری کی جاتی ہے[۶۱]۔ اخدان سے مراد وہ آشنا ہیں جن سے پوشیدہ طور پر زنا کیا جاتا ہے۔ (جاہلیت میں) وہ عورت جو کسی ایک آشنا سے (خفیہ طور پر) زنا کرتی تھی اسے "ذات خدن" کہا جاتا تھا[۶۲]۔

امام ابن جریر طبریؒ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ اہلِ جاہلیت ظاہری زنا کو حرام جب کہ پوشیدہ زنا کو حلال سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ظاہری زنا شرم ہے لیکن پوشیدہ زنا میں کوئی گناہ نہیں ہے، اسی پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمادیا: "وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ"[۶۳]۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ عرب ظاہری زنا کو عیب سمجھتے تھے لیکن خفیہ آشناؤں کو عیب نہیں سمجھتے تھے لیکن اسلام نے ان دونوں سے منع فرمادیا[۶۴]۔

خلاصۃ البحث:

خلاصہ بحث یہ ہوا کہ شریعتِ اسلامی نے جاہلیت کے اس نکاح کو برقرار رکھا جس کے مطابق آج کل لوگوں کا عمل ہے لیکن اس میں چند اصلاحات ضروری سمجھی چنانچہ نکاح کی وہ صورتیں حرام قرار دیں جن میں رشتہ کی بے حرمتی ہوتی تھی جیسا کہ اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا۔ اسی طرح وہ صورتیں جو قطعِ رحمی کا سبب بنتی تھیں جیسا کہ دو بہنوں کو اکٹھا کرنا اور وہ صورتیں جن میں بیوی کا پورا حق ادا نہیں کیا جا سکتا تھا جیسا کہ چار سے زیادہ عورتوں سے بیک وقت نکاح کرنا تو انہیں بھی ممنوع قرار دیا۔ منہ بولے بیٹے کی حقیقی بیٹے کی طرح حیثیت ختم کر دی کیونکہ منہ کے الفاظ سے کوئی حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا لہذا اس کی بیوی سے نکاح جائز قرار دیا۔

اس کے علاوہ شریعتِ اسلامی نے نکاح متعہ کی وہ صورت حرام ٹھہرادی جس میں ذمہ داریاں اٹھائے بغیر عورت سے وقتی فائدہ اٹھایا جاتا تھا۔ اسی طرح نکاحِ استبضاع کی وہ صورت جس میں شجاعت اور سخاوت جیسی صفات پانے کی خاطر بیوی کو غیر کے ساتھ جنسی تعلقات استوار کرنے کی اجازت دی جاتی تھی حالانکہ صفات کی تقسیم اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے اور نکاحِ رہط اور نکاحِ رایات کی وہ تمام صورتیں حرام ٹھہرادیں جن میں بچے کو من چاہی طریقے سے کسی کے ساتھ باندھا جاتا تھا حالانکہ بچے کا حقیقی باپ نامعلوم ہوتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہو سکتا تھا کہ باپ اس خلش کی وجہ سے بچے کی ذمہ داری اٹھانے میں مخلص نہ ہو کہ یہ میرا بچہ ہے بھی یا نہیں۔ نیز مذکورہ صورتیں انفرادی یا اجتماعی جنسی تسکین کی ایک غیر مہذب شکل تھی جنہیں نکاح کا نام دیا گیا تھا حالانکہ نکاح کے لوازمات ان میں معدوم تھے۔ چونکہ نکاحِ خدن میں بھی نکاح کے مقاصد معدوم تھے لہذا شریعت نے اس کے ساتھ اس وقت نکاح کے تمام مروجہ طریقوں سے منع فرما دیا۔

مراجع وحواشی

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح [۶۷]، باب: من قال لا نکاح الا بولی [۳۶]، حدیث ۵۱۲۷، دار المعرفہ بیروت لبنان، ۱۴۳۱ھ / ۲۰۱۰ء

[2] تاج العروس من جواہر القاموس، زبیدی محمد بن محمد، ۶: ۴۷۶، دار الھدایہ

[3] تاج العروس ۶: ۴۷۵، ۴۷۶

[4] السیرۃ النبویہ، عبد الملک بن ہشام، ۲: ۸، دار الجیل بیروت، ۱۴۱۱ھ

[5] سورۃ النساء ۴: ۲

[6] تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر اسماعیل بن عمر، ۲: ۲۱۳، دار طیبہ للنشر والتوزیع، ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء

[7] سورۃ النساء ۴: ۳

[8] جامع البیان فی تفسیر القرآن، طبری محمد بن جریر، ۶: ۳۶۱، دار ہجر، بدون تاریخ

[9] تفسیر ابن کثیر ۲: ۲۰۹

[10] سورۃ النساء ۴: ۲۲

[11] سورۃ النساء ۴: ۲۳

[12] جامع البیان ۶: ۵۴۹

[13] تفسیر ابن کثیر ۶: ۳۷۷

[14] سورۃ الاحزاب ۳۳: ۴

[15] سورۃ الاحزاب ۳۳:۳۷

[16] روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، آلوسی محمود بن عبد اللہ، ۱۴: ۲۷۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ

[17] النہایہ فی غریب الاثر، ابن الاثیر مبارک بن محمد، ۴: ۳۶۳، المکتبۃ العلمیہ بیروت، ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء

[18] روح المعانی ۲: ۴۵۷

[19] جامع البیان ۶: ۵۲۳

[20] غریب الحدیث، ابن الجوزی، عبد الرحمن بن علی، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۸۵ء، النہایہ فی غریب الحدیث والاثر ۴: ۳۶۳۔ ان دونوں حضرات نے لفظ "مقت" کے تحت یہ روایت ذکر کی ہے لیکن حدیث کی کتابوں میں مجھے یہ روایت نہیں ملی۔

[21] تاج العروس ۵: ۹۶

[22] القرآن الکریم، سورۃ النساء ۴: ۲۲

[23] سنن ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، ابواب الاحکام[۱۳]، باب: فیمن تزوج امرأۃ أبیہ[۲۵]، حدیث ۱۳۶۲، دار الکتاب العربی، ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء

[24] سورۃ الانعام ۶: ۱۵۱

[25] جامع البیان ۹: ۵۱۸

[26] تاج العروس ۲۲: ۱۸۰، ۱۷۹، ۱۸۲

[27] الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، ۴۱: ۳۳۳، دار السلاسل کویت، ۱۴۰۴ھ / ۱۴۲۷ء

[28] الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۴۱: ۳۳۴

[29] المغنی، ابن قدامہ مقدسی عبد اللہ بن احمد، ۷: ۱۷۵، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[30] سورۃ النساء ۴: ۲۴

[31] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۱۸: ۴۶۴، ۴۶۵

[32] التفسیر المظہری، پانی پتی محمد ثناء اللہ، ۱: ۲۳۷، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء

[33] المغنی، ابن قدامہ مقدسی عبد اللہ بن احمد، ۷: ۱۷۵، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[34] صحیح بخاری، محمد ابن اسماعیل، کتاب النکاح[۶۷]، باب: مایکرہ من التبتل والخصاء [۸]، حدیث ۵۰۷۵

[35] صحیح مسلم، قشیری مسلم بن حجاج، کتاب النکاح[۱۷]، باب: نکاح المتعۃ وبیان أنہ ابیح ثم نسخ ثم ابیح ثم نسخ واستقر تحریمہ الی یوم القیامۃ[۳]، حدیث ۳۴۸۸، دار الجیل بیروت، بدون تاریخ

[36] صحیح مسلم، کتاب النکاح[۱۷]، باب: نکاح المتعۃ وبیان أنہ ابیح ثم نسخ ثم ابیح ثم نسخ واستقر تحریمہ الی یوم القیامۃ[۳]، حدیث ۳۴۸۶

[37] السنن الکبری، بیہقی احمد بن حسین، ۷: ۲۰۷، مجلس دائرۃ المعارف نظامیہ حیدر آباد، ۱۳۴۴ھ

[38] المغنی ۷: ۵۷۱

[۳۹] سنن ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، کتاب النکاح [۹]، باب: ماجاء فی تحریم نکاح المتعۃ [۲۹]، حدیث ۱۱۲۱

[۴۰] سنن ترمذی، کتاب النکاح [۹]، ب باب: ماجاء فی تحریم نکاح المتعۃ [۲۹]، حدیث ۱۱۲۲

[۴۱] احکام القرآن، جصاص ابو بکر رازی، احمد بن علی، ۳: ۱۰۱، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۵ھ

[۴۲] صحیح بخاری، کتاب النکاح [۶۷]، باب: نھی رسول اللہ ﷺ عن نکاح المتعۃ آخرا [۳۱]

[۴۳] فتح القدیر، ابن ہمام، محمد بن عبد الواحد، ۳: ۲۴۷، دار الفکر بیروت، بدون تاریخ

[۴۴] تاج العروس ۱۲: ۲۰۲، النہایہ فی غریب الاثر ۲: ۱۱۷۷

[۴۵] النہایہ فی غریب الاثر ۲: ۱۱۷۷

[۴۶] صحیح بخاری، کتاب النکاح [۶۷]، باب الشغار [۲۸]، حدیث ۵۱۱۲، صحیح مسلم، کتاب النکاح [۱۷]، باب تحریم نکاح الشغار وبطلانہ [۷]، حدیث ۳۵۳۰

[۴۷] حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار، ابن عابدین محمد امین، ۳: ۱۰۶، دار الفکر للطباعۃ والنشر، ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۰ء

[۴۸] النہایہ فی غریب الاثر ۱: ۳۴۵

[۴۹] صحیح بخاری، کتاب النکاح [۶۷]، باب: من قال لا نکاح الا بولی [۳۶]، حدیث ۵۱۲۷

[۵۰] فتح الباری شرح صحیح البخاری، ابن حجر احمد بن علی، ۹: ۱۸۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۳۷۹ھ

[۵۱] النہایہ فی غریب الحدیث والاثر ۲: ۶۷۵

[۵۲] صحیح بخاری، کتاب النکاح [۶۷]، باب: من قال لا نکاح الا بولی [۳۶]، حدیث ۵۱۲۷

[۵۳] فتح الباری ۹: ۱۸۵

[۵۴] تاج العروس ۳۸: ۲۰۰

[۵۵] صحیح بخاری، کتاب النکاح [۶۷]، باب: من قال لا نکاح الا بولی [۳۶]، حدیث ۵۱۲۷

[۵۶] سورۃ الانعام ۶: ۱۲۰

[۵۷] اردو ترجمہ جالندھری فتح محمد، صفحہ ۲۳۲

[۵۸] جامع البیان ۹: ۵۱۷

[۵۹] الجامع لاحکام القرآن، قرطبی محمد بن احمد، ۴۷:۷، دار عالم الکتب ریاض، ۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۳ء

[۶۰] صحیح بخاری، کتاب النکاح [۶۷]، باب: من قال لا نکاح الا بولی [۳۶]، حدیث ۵۱۲۷

[۶۱] المفردات فی غریب القرآن، راغب اصفہانی، حسین بن محمد، ۱: ۲۷۷، دار العلم الدار الشامیہ، دمشق بیروت، ۱۴۱۲ھ

[۶۲] التفسیر المظہری ۱: ۳۷۷

[۶۳] جامع البیان ۶: ۶۰۳

[۶۴] الجامع لاحکام القرآن ۵: ۱۳۴